کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ وہ ایک بے باک، دلیر اور دور اندیش لیڈر تھے۔ انہوں نے اپنے لیے کبھی کسی اعزاز یا عہدے کی تمنا نہیں کی۔ مفتی صاحب کے دل میں قوم و ملت اسلامیہ کے لیے جو درد تھا اس کا اندازہ وہی لوگ بخوبی کر سکتے تھے جو ان کے قریب تھے۔

۱۹۴۷ء میں جب نفرت کا ایک طوفان اٹھا اور جس کی براہ راست چوٹ ہندوستان کے مسلمانوں پر پڑی۔ اس وقت مسلم علما نے مسلم تنظیموں کو یکجا کیا اور بدحواس مسلمانوں میں اعتماد پیدا کرنے کے لیے مسلم مجلس مشاورت بنائی۔ مفتی صاحب اس میں پیش پیش تھے۔ مسلمانوں کی زبوں حالی سے مفتی صاحب بے حد پریشان تھے۔ اس پرآشوب دور میں مفتی صاحب نے تن من دھن سے رات دن برادرانِ قوم کی خدمت کی۔ مفتی صاحب بنیادی طور پر کانگریسی تھے۔ لیکن انہوں نے مصلحت پسندی کو کبھی اپنا شعار نہیں بنایا جو غلط دیکھا محسوس کیا اس کو انتہائی دلیری سے حکومت وقت سے برملا کہا۔

۱۹۳۸ء میں مفتی صاحب نے ایک علمی ادارہ "ندوۃ المصنفین" کے نام سے قائم کیا۔ ندوۃ المصنفین کا قیام مفتی صاحب کا بہت بڑا کارنامہ تھا۔ اس ادارے سے مفتی صاحب کی سرپرستی میں بہت سی علمی، ادبی اور مذہبی کتابیں شائع ہوئیں۔ اس ادارے کی حیثیت محض اشاعتی ادارے کی نہیں تھی۔ بلکہ یہ علم و دانش کا مرکز تھا۔ جس نے دین و ملت کی اہم نمایاں خدمات انجام دیں جس کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

اس ادارے سے موصوف نے "برھان" کے نام سے ایک پرچہ بھی جاری کیا اس کا پہلا شمارہ جولائی ۱۹۳۸ء میں نکلا۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ یہ پرچہ نہ صرف باقاعدگی سے نکل رہا ہے بلکہ اس کا علمی اور ادبی معیار بھی قائم ہے۔ ندوۃ المصنفین کا ترجمان "برہان" ہمیشہ مفتی صاحب کو زندہ و جاوید رکھے گا۔ اس سلسلے میں مفتی صاحب کے صاحبزادے عمید الرحمٰن قابل ستائش ہیں جن کی انتھک محنت اور لگن سے "برہان" اپنی تمام تر خوبیوں اور حسن کے ساتھ زندہ ہے۔ ہماری دعا ہے کہ مفتی صاحب کی یہ یادگار ہمیشہ قائم رہے۔ مفتی صاحب

ندوۃ المصنفین کو اپنے خون سے سینچا ہے۔ ۱۹۴۷ء میں جب اس کا دفتر قرول باغ میں تھا۔ اس پر بھی بہت برا وقت گیا۔ اس کا تمام اثاثہ تباہ ہو گیا، یہ مفتی صاحب کا ہی حوصلہ تھا کہ اس کو دوبارہ زندہ کر دیا۔

مفتی صاحب ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے۔ ان کا دائرہ کار بہت وسیع تھا۔ وہ ہندوستان کے بیشتر سماجی، ثقافتی، مذہبی اور سیاسی اداروں سے بیک وقت منسلک رہے لیکن جس ادارے سے بھی منسلک رہے ان کی بھرپور توجہ اس پر مرکوز رہی، اور کبھی ان کے چہرے پر تھکن، جھنجلاہٹ اور پریشانی کے آثار نظر نہیں آئے۔ وہ واقعی مرد آہن تھے۔ خدا نے مخصوص صلاحیتیں انھیں ودیعت کی تھیں۔ مفتی صاحب فرشتہ صورت ہی نہیں۔ فرشتہ سیرت بھی تھے۔ ایسی شخصیتیں بار بار پیدا نہیں ہوتیں۔ ان کی وفات سے ہندوستان کے مسلمان ایک مخلص اور حق گو سیاسی رہنما اور سچے عالم دین سے محروم ہو گئے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی نمبر دوسرا ایڈیشن

ماہنامہ حجاب کا خاص نمبر "سلطان صلاح الدین ایوبی نمبر" شائع ہو چکا ہے۔ خواہشمند حضرات اپنے قریبی بک اسٹال سے رابطہ قائم کریں، یا پھر براہ راست ہمیں لکھیں۔

قیمت =/۱۵ روپے

ماہنامہ حجاب رام پور۔ یوپی ۲۴۴۹۰۱

کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ وہ ایک بے باک، دلیر اور دور اندیش شخص تھے انھوں نے اپنے لیے کبھی کسی اعزاز یا منصب کی تمنا نہیں کی۔ مفتی صاحب کے دل میں قوم و ملک اور ملت اسلامیہ کے لیے جو درد تھا اس کا اندازہ وہی لوگ بخوبی کر سکتے تھے جو ان کے قریب تھے۔

۱۹۴۷ء میں جب نفرت کا ایک طوفان اٹھا اور جس کی براہ راست چوٹ ہندوستان کے مسلمانوں پر پڑی۔ اس وقت مسلم علما نے مسلم تنظیموں کو یکجا کیا اور بدحواس مسلمانوں میں اعتماد پیدا کرنے کے لیے مسلم مجلس مشاورت بنائی۔ مفتی صاحب اس میں پیش پیش تھے۔ مسلمانوں کی زبوں حالی سے مفتی صاحب بے حد پریشان تھے۔ اس پر آشوب دور میں مفتی صاحب نے تن من دھن سے رات دن برادرانِ قوم کی خدمت کی۔ مفتی صاحب بنیادی طور پر کانگریسی تھے۔ لیکن انہوں نے مصلحت پسندی کو کبھی اپنا شعار نہیں بنایا جو غلط دیکھا، محسوس کیا، اس کو انتہائی دلیری سے حکومت وقت سے برملا کہا۔

۱۹۳۸ء میں مفتی صاحب نے ایک علمی ادارہ "ندوۃ المصنفین" کے نام سے قائم کیا ندوۃ المصنفین کا قیام مفتی صاحب کا بہت بڑا کارنامہ تھا۔ اس ادارے سے مفتی صاحب کی سرپرستی میں بہت سی علمی، ادبی اور مذہبی کتابیں شائع ہوئیں۔ اس ادارے کی حیثیت محض اشاعتی ادارے کی نہیں تھی۔ بلکہ یہ علم و دانش کا مرکز تھا۔ جس نے دین و ملت کی ایسی نمایاں خدمات انجام دیں جس کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

اس ادارے سے موصوف نے "بُرھان" کے نام سے ایک پرچہ بھی جاری کیا۔ اس کا پہلا شمارہ جولائی ۱۹۳۸ء میں نکلا۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ یہ پرچہ نہ صرف باقاعدگی سے نکل رہا ہے بلکہ اس کا علمی اور ادبی معیار بھی قائم ہے۔ ندوۃ المصنفین کا ترجمان "بُرہان" ہمیشہ مفتی صاحب کو زندہ وجاوید رکھے گا۔ اس سلسلے میں مفتی صاحب کے صاحبزادے عمید الرحمٰن قابلِ ستائش ہیں جن کی انتھک محنت اور لگن سے "بُرھان" اپنی تمام تر خوبیوں اور حسن کے ساتھ زندہ ہے۔ ہماری دُعا ہے کہ مفتی صاحب کی یہ یادگار ہمیشہ قائم رہے۔ مفتی صاحب

سے ندوۃ المصنفین کو اپنے خون سے سینچا ہے۔ ۱۹۴۷ء میں جب اس کا دفتر قرول باغ میں تھا۔ اس پر بھی بہت برا وقت آیا۔ اس کا تمام اثاثہ تباہ ہوگیا، یہ مفتی صاحب کا ہی حوصلہ تھا کہ اس کو دوبارہ زندہ کر دیا۔

مفتی صاحب ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے۔ ان کا دائرہ کار بہت وسیع تھا۔ وہ ہندوستان کے بیشتر سماجی، ثقافتی، مذہبی اور سیاسی اداروں سے بیک وقت منسلک رہے لیکن جس ادارے سے بھی منسلک رہے ان کی بھرپور توجہ اس پر مرکوز رہی، اور کبھی ان کے چہرے پر تھکن، جھنجلاہٹ اور پریشانی کے آثار نظر نہیں آئے۔ وہ واقعی مرد آہن تھے۔ خدا نے مخصوص صلاحیتیں انھیں ودیعت کی تھیں۔ مفتی صاحب فرشتہ صورت ہی نہیں۔ فرشتہ سیرت بھی تھے۔ ایسی شخصیتیں بار بار پیدا نہیں ہوتیں۔ ان کی وفات سے ہندوستان کے مسلمان ایک مخلص اور حق گو سیاسی رہنما اور سچے عالم دین سے محروم ہو گئے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی نمبر دوسرا ایڈیشن

ماہنامہ حجاب کا خاص نمبر "سلطان صلاح الدین ایوبی نمبر" شائع ہو چکا ہے۔ خواہشمند حضرات اپنے قریبی بک اسٹال سے رابطہ قائم کریں یا پھر براہ راست ہمیں لکھیں۔

قیمت =/۱۵ روپے

ماہنامہ حجاب رام پور۔ یوپی ۲۴۴۹۰۱

مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

اسلاف کی روایات کے امین

از مولانا محمد حنیف ملی شیخ الحدیث
معہد ملت۔ مالیگاؤں

حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے دلی کے ان علماء کی بساط خالی ہو گئی، جو حرکت و عمل، دعوت و عزیمت، درد و کرب، ایثار و قربانی اور فکر و خیال کی اپنی طویل اور حسین تاریخ رکھتے وہ میر ملت اٹھ گیا۔ جس نے ملت اسلامیہ کے فرزندوں کو زندگی کا سبق دیا تھا، وہ پیر میکدہ اٹھ گیا۔ جس کی ذات سے توحید کے متوالے توحید کے جام ایک جہاں کو تقسیم کرتے تھے۔ ہاں! وہ مجاہد اٹھ گیا جس نے ۱۹۴۷ء کے ہنگاموں کے ہند و پاک جنگ تک نہ صرف پامردی سے غیر مسلم جارحیت کا مقابلہ کیا بلکہ مسلمانوں کو حوصلہ نہ ہارنے کا سبق دیا۔ مفتی صاحب اسلاف کے دور کی آخری کڑی تھے۔ وہ اپنے والد بزرگوار کی فقہی بصیرت تنقیح مسائل، گرہ کشائی، دوربینی کے سچے وارث تھے، عثمانی خاندان کے وہ گوہر شب چراغ تھے جس کی ضوفشانی سے دنیا ایک زمانہ تک یاد رکھے گی۔ وہ دارالعلوم کے ان فرزندوں میں شمار ہوتے تھے جن کا نصب العین دارالعلوم کی ترقی کے سوا کچھ نہ تھا۔ ملت اسلامیہ انھیں ہندوستان کے معمار تاریخ ساز اور عہد آفریں علماء میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے گی۔ مفتی صاحب نہ صرف ایک عالم دین بلکہ برصغیر میں فقہ و افتاء

[illegible] تصنیف و تالیف درسگاہ، خانقاہ کے بجائے پوری ایک سرگرم فعال نسل کے بانی تھے۔ انھوں نے اگرچہ تحریر و قلم کے میدان میں اپنے معاصرین میں زیادہ نہیں لکھا تاہم پھر کے گرمائے محفلیں آباد کیں، اپنے فکر و شعور سے الجھے مسائل کی گتھیاں سلجھائیں۔ ہند اور بیرون ہند میں پوری دنیا کو ملت کی قدروں سے آگاہ کیا۔ اور قرطاس و قلم کا ذوق رکھنے والے کے لیے تحقیق و ریسرچ اور مضامین کے نت نئے زاویے عطا کیے اور گائڈ ریسرچ کی حیثیت سے چھوٹے بڑے سب کو راہ بتائی۔ جس پر چل کر ان ذرخیز مصنفین کو ان کی تصنیفات کے ذریعہ پورے ملک نے پہچانا اور وہ یہ خدمت ہے جس پر لوگوں کی کم نظر جاتی ہے۔ ندوۃ المصنفین اسی زندۂ جاوید تحریک کا نام ہے جسے مفتی صاحب نے اپنا لہو دے کر گل رنگ بنادیا ہے۔ اور آج جو ہندوستان کے ممتاز، معیاری اور ہمہ گیر اداروں میں شمار ہوتا ہے دلی نے اپنی زندگی میں لکھو کھے علماء دیکھے ہوں گے۔ لیکن ایسا جامع کمالات کے لیے وہ ہمیشہ ترسے گی۔ جس کی زبان تسنیم و کوثر کی طرح پاک و نفع بخش اور قلم نہایت سادہ، زود اثر اور سحر انگیز اور جس کے فکر و شعور کے سامنے ہمالیہ کی بلندیاں بھی خم ہوں۔ جن کی اصابت رائے اور زود فہمی نے نازک موڑ پر بھی مسائل چشم زدن میں سلجھائے۔ حقیقت یہ ہے کہ مفتی صاحب علماء کے اس ہراول میں نقیب کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ جنگ آزادی کے صف اوّل کے مجاہد تھے۔ انھوں نے شعلے بھی برسائے۔ اور شبنم ریزی بھی کی۔ خاروں کو گلے بھی لگایا۔ اور ملک و ملت کے لیے اپنوں کی دوری بھی گوارا کی۔ ان کی زندگی میں ایک دلیر۔ بیباک، معاملہ فہم۔ سربکف اور دور اندیش مجاہد وطن کی تصویر دیکھی جاسکتی ہے۔ آزادی کے لیے حضرت شیخ الہند کے ایماء پر جب حضرت مدنی نے جہاد کا اعلان کیا تو دلی کے علماء میں مفتی صاحب نے سب سے پہلے یہ فتویٰ دیا کہ انگریزوں سے جنگ ناگزیر ہے اور ایک

لمان اب خاموش نہیں بیٹھ سکتا۔ حضرت سحبان الہند کے بعد دلی کے بلبل
خوشنوا تھے جن کے نام پر پورا شہر سمٹ کر گوش بر آواز ہو جاتا تھا۔ وہ اعلیٰ دماغ
روشن ضمیر اور حساس تھے۔ ان کی نگاہیں اداشناس اور طبیعت انتہائی متحرک
تھی۔ زبان انتہائی شیریں، جملے معنی خیز، ترکیبیں ہموار اور انداز بیان بڑا شستہ تھا۔
ان کی تقریریں تکرار اور مہمل مضامین سے پاک تھیں۔ دو گھنٹے کی لمبی لمبی تقریروں میں
ان کی شخصیت باد صبار اور موج کوثر کی تصویر پیش کرتی تھی۔ مخالفتوں اور شور
سے بھرے ہوئے مجمعوں کو اپنی اداشناس نگاہوں، دل ربا زبان اور معنی خیز
غمزوں سے رام کر لینا مفتی صاحب کی زندگی کا انتہائی نمایاں وصف تھا۔ ان کے
معاصرین میں مولانا محمد طیب صاحب کے سوا کوئی نہ تھا۔ افسوس کہ ملت
اپنے ان دونوں بزرگوں سے آج محروم ہے۔

"مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی دارالعلوم کے ان اولین سپوتوں میں ہیں
جن پر مادر علمی زندگی بھر ناز کرے گی، فراغت کے بعد اپنے بزرگوں کے اصرار
پر انھوں نے برسوں باکمال استاذ کی طرح دارالعلوم میں درس دیا۔ بعد میں
حضرت شاہ صاحب کے ساتھ ڈابھیل آ گئے۔ جہاں تدریس کے ساتھ افتاء کی
ذمہ داری بھی قبول کر لی۔ کچھ دنوں کے بعد جب جنگ آزادی شباب پر ہوئی تو
مفتی صاحب بھی اس سرگرم تحریک میں اپنے بزرگوں کے ساتھ شامل ہو گئے۔ حکومت
کے مظالم اور قید و بند کی تکالیف سے بے نیاز مفتی صاحب نے ہر اس تحریک کو
گرمایا جس میں اکابر کا لہو اور پسینہ شامل تھا اور اس وقت تک چین سے نہیں
بیٹھے جب تک انگریز نے ملک چھوڑ نہ دیا۔ یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ آج جو
لوگ بھی حکومت کی کرسیوں پر فائز ہیں مفتی صاحب کی قربانیاں ان سے کسی طرح
کم نہیں ہیں۔ مگر چونکہ اس مرد درویش نے کبھی عہدوں کو پسند نہیں کیا۔ اس لیے

آزادی ملتے ہی تعمیری کاموں میں مصروف ہو گئے۔ تاآں کہ زندگی بھی ان کے لیے قربان کر دی۔ بلاشبہ علم و ادب اور قوم و ملت کے میدانوں میں مرحوم نے اتنا زبردست کام کیا ہے جو جماعتوں اور اداروں کی زندگی میں کبھی کبھی ہوتا ہے۔ مرحوم حج کمیٹی کے مقبول ترین چیرمین بھی رہ چکے ہیں۔ ان کے دور کے کارنامے حجاج کے لیے سہولت، آج کے کام کرنے والوں کے لیے ایک نمونہ ہیں۔ وہ دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے تاحیات باوقار رکن رہے۔ شوریٰ میں ان کے مشورہ کو بڑا وزن حاصل رہا ہے۔ انھوں نے اس اہم ترین مجلس کی بارہا صدارت بھی فرمائی ہے۔ اور آگے بڑھ کر عملی طور پر بہت سی ذمہ داریاں قبول فرمائیں۔ وہ اپنے گہرے دوست مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کے فکر و عمل کی طاقت اور ان کے کارناموں میں دست و بازو اور احساسات کے نقش جمیل تھے۔ دارالعلوم کی عظمت اور ترقی انھیں جان و مال سے زیادہ عزیز تھی۔ اخیر میں جو نازک وقت دارالعلوم پر آیا۔ مرحوم اخیر تک اس کے لیے کوشاں رہے۔ بلکہ یہی فکر ان کے لیے پیام اجل ثابت ہوئی۔

مفتی صاحب کا دل قوم و ملّت کے درد سے بھرا ہوا تھا۔ ملک کے گوشے گوشے میں جب فسادات کی لہر چلی اور مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ تو ہندوستان کے مسلم علماء نے ساری مسلم تنظیموں کو یکجا کر کے وفاق بنایا۔ اور مسلمانوں کے دلوں سے خوف و ہراس دور کرنے اور خود اعتمادی پیدا کرنے کے لیے مسلم مجلس شوریٰ (مجلس مشاورت بنائی) پھر ملک بھر کا دورہ کیا مولانا بھی اس کے بنیادی بانیوں میں تھے۔ ابتدا میں نائب صدر پھر عمر بھر اس کے صدر رہے۔ اس دورہ کی تقریروں کو تو ملک بھر کے سمجھدار طبقے کبھی نہیں بھول سکے۔ اسی زمانہ میں مشاورت کا وفد استاذِ محترم مولانا نعمانی کی کوششوں سے مالیگاؤں بھی آیا۔ جس کا شایانِ شان استقبال ہندو مسلم

انھوں نے کہا: مفتی صاحب بھی وفد میں شریک تھے۔ رات میں مشاورت کا جلسہ
میں جلسۂ عام ہوا۔ اس وقت جن مقررین نے دلوں کو مسحور کیا مفتی ان میں
سرفہرست ہیں۔ ان کی دو باتیں آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ انھوں نے فرمایا:
ہم مسلمان ہیں۔ خوف و ہراس ہماری فطرت نہیں ہے۔ ہم خدا کی ذات پر اعتماد
رکھتے ہیں۔ اور یہ یقین بھی رکھتے ہیں کہ فرقہ پرستوں کی طرف جو حالات پیدا کر دیے
گئے ہیں وہ خدا کا اٹل فیصلہ اور مسلمانوں کے لیے امتحان ہے جس کا بڑا سبب خود
ہماری غفلت ہے لیکن اس کا ایک مؤثر سبب ملک کی تقسیم ہے جس کے متوقع اندیشوں
کی نشاندہی ہم نے اس وقت بھی کی تھی ہم نے اس وقت بھی تقسیم کی مخالفت یہ
کہہ کر کی تھی کہ ہندوستان ایک مشترکہ ہبہ ہے۔ جسے ہبہ مشاع کہتے ہیں اور مشترک
ہبہ کی تقسیم بے سود ہوتی ہے جیسے کوئی مشترک چارپائی کو حقداروں میں تقسیم کر دیا جائے
تو کسی کے حصہ میں بان کسی کے حصہ میں ڈنڈے اور کسی کے حصہ میں پایہ آئے گا جو
کسی کے لیے مجموعی چارپائی کے مقابلہ پر مفید نہیں ہے مگر افسوس کہ برادران وطن کے
ساتھ ہمارے رہنماؤں کو بھی یہ بات سمجھ میں نہ آسکی بہرحال آج ہم اس مسموم فضا
کو بدلنے اور فرقہ پرستی کا مقابلہ کرنے کے لیے امن کا پیغام لے کر اٹھے ہیں۔ ہم اگر ایک
طرف انتشار پسند طاقتوں کو وارننگ دے رہے ہیں۔ تو دوسری طرف مسلمانوں کو
یاد دلاتے ہیں کہ یہ ملک ان کا بھی ہے اس کی سالمیت کے ذمہ دار یہ بھی ہیں اس لیے
خوف و ہراس دل سے نکال کر ملک کو ترقی دینے اور فرقہ پرستوں سے نظر ملانے کی
ہمت اپنے اندر پیدا کریں۔ مشاورت آپ کو یہی پیغام سنانے آئی ہے۔ ہم نعمانی صاحب
کے مشکور ہیں کہ ان کے ذریعہ اپنا دردِ دل آپ کو سنا رہے ہیں۔

مفتی صاحب کی اس تقریر سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں صاف گوئی اور
بے باکی کے ساتھ کس قدر بے تکلفی تھی۔ وہ جس بات کو ضروری سمجھتے۔ دوستوں اور